

رمضان کے پرہیز

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk
ڈاکٹر علی بن عمر بادحدح

ترجمہ

خدا بخش کلیار

PDFBOOKSFREE.PK

منشورات

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رمضان کے پرہیز



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pvl.org.pk

ڈاکٹر علی بن عمر بادحدح

ترجمہ

خدا بخش کلیار

منشورات



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

فہرست

- ❖ پیش لفظ ۷
- ❖ مقدمہ ۹
- ۱- خوردونوش کی کثرت ۱۳
- ❖ اللہ کی حکم عدولی ۱۴
- ❖ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کی خلاف ورزی ۱۴
- ❖ سنت رسول ﷺ کی خلاف ورزی ۱۵
- ❖ روزے کے آداب کی خلاف ورزی ۱۵
- ❖ کم کھانے کے فائدے کا ضیاع ۱۶
- ❖ قوت ارادی کا ضعف ۱۶
- ❖ فقرا کے لیے جذبہ رحم کی کمی ۱۷
- ❖ انواع و اقسام کے کھانوں کی تیاری میں اہل خانہ کی مصروفیت ۱۸
- ❖ مردوں کا خریداری میں وقت صرف کرنا ۱۸
- ❖ رمضان کے پکوان ۱۸
- ۲- خریداری کا غیر معمولی رجحان ۲۱

- ❖ ۲۲ چھوٹے چھوٹے معاملات میں تفسیح اوقات
- ❖ ۲۲ اخلاقی لغزشیں
- ❖ ۲۲ آخری عشرے کی فضیلت اور لیلۃ القدر سے محرومی
- ❖ ۲۳ دنیا کے معاملات میں زیادہ مشغولیت
- ❖ ۲۳ بے خوابی اور نکلان
- ۳ - بے صبری ۲۵
- ۴ - بہ کثرت بھیک مانگنا اور سوال کرنا ۲۹
- ❖ ۳۰ شرعی پہلو: تندرست کے لیے مانگنا حرام ہے
- ❖ ۳۰ جائز سوال کی حدود
- ❖ ۳۱ حاجت کے ثبوت اور سوال کے استحقاق میں تحقیق
- ❖ ۳۱ مانگنے کی مذمت
- ❖ ۳۲ رسول ﷺ اللہ کی اپنے اصحاب سے بیعت
- ❖ ۳۳ اجتماعی اور تربیتی پہلو: ضعف ایمان
- ❖ ۳۴ اسلامی معاشرے کی شہرت پر منفی اثرات
- ❖ ۳۴ بیکاری کی ترغیب
- ❖ ۳۴ مستحقین کی حق تلفی
- ❖ ۳۵ چھوٹے دعوے
- ❖ ۳۵ بچوں کے لیے نقصان دہ
- ❖ ۳۶ گداگری کا مدارک
- ❖ ۳۶ زکوٰۃ کا صحیح مصرف
- ❖ ۳۷ اسلامی تعلیمات کا شعور

۳۹	۵۔ لغویات کا ارتکاب اور دل لگی
۴۰	❖ روزانہ کی محفلیں
۴۰	❖ منفی اثرات
۴۰	❖ تضحیح اوقات
۴۱	❖ تمباکو نوشی اور لغویات کا ارتکاب
۴۱	❖ بے خوابی
۴۱	❖ رمضان کے روحانی اور ایمانی پہلوؤں پر منفی اثر
۴۱	❖ طاعات اور نفلی عبادات کا ترک یا کمی
۴۱	❖ تدبر اور غور و فکر سے بے توجہی
۴۲	❖ دن رات کی تخلیق میں اللہ کی حکمت کی مخالفت
۴۲	❖ رات کے سکون اور دن کی روشنی کی نعمت سے انکار
۴۳	❖ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت
۴۵	❖ کلام آخر

پیش لفظ

رمضان المبارک ایسا موضوع ہے جس پر سبھی لکھنے والوں نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔
موضوع کتنا ہی مرغوب اور دل پسند کیوں نہ ہو مضامین کی یکسانیت تکرار کا احساس دلاتی ہے۔
مشورات کو رمضان المبارک سے یہ مناسبت رہی ہے کہ یہ ادارہ رمضان میں اہل وطن کو
روزے کے حقیقی تقاضوں پر متوجہ کرنے والا لٹریچر بہت بڑی تعداد میں شائع کرنے ملک کے
کوئے کوئے میں پھیلاتا ہے۔

ڈاکٹر علی بن عمر بادحدع کا ایک مقالہ ذکر الہی پر شائع کیا گیا ہے۔ رمضان کے
حوالے سے ان کے دو کتابچے ہمیں ملے۔ ایک میں رمضان کی برکتیں بیان کی گئیں ہیں،
اور دوسرے میں رمضان کی قباحتیں یعنی کن چیزوں سے خاص طور پر بچا جائے۔
مصنف جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہیں۔ ہم ان کے
دونوں کتابچے شائع کر رہے ہیں۔ دوسرا رمضان کے پرہیز کے نام سے ہے۔ جو آپ کے
ہاتھ میں۔

یقین ہے کہ جو پڑھے گا ضرور فائدہ اٹھائے گا۔

مسلم سجاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

اسلام کے عائد کردہ فرائض سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ فرد کے قلب کی تطہیر اور روح کی تہذیب کا باعث ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے اس کے کردار کی تعمیر اور اخلاق کی تہذیب کا ذریعہ بنتے ہیں۔ وہ فرد کی ظاہری باطنی اصلاح کے علاوہ معاشرے میں روابط میں اضافہ کرتے ہیں، نیز باہمی الفت بڑھاتے اور صلہ رحمی اور خیر خواہی کی ترغیب کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح وہ فرد اور معاشرے کی مصلحتوں اور حکمتوں کو اجاگر کرتے اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور بندے اور اس کے رب کے درمیان دائمی اور گہرے تعلق کے ہدف کے حصول کو یقینی بناتے ہیں۔

جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق فرائض کو مکمل طور پر ادا کرتے ہیں تو وہ ان کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں، لیکن جب وہ انہیں ترک کر دیتے ہیں یا ان کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کی شرائط اور

ارکان کو پورا نہیں کرتے، یا انہیں ادا کرتے ہوئے دل و دماغ کی یکسوئی کا اہتمام نہیں کرتے تو اس خیر کثیر سے محروم ہو جاتے ہیں اور ان کے فوائد سے اپنی اس کوتاہی کی وجہ سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

میں نے اپنی کتاب نفعات رمضان ☆ میں رمضان کے فیوض و برکات اور فوائد و ثمرات کا ذکر کیا ہے۔ انہیں ہمارے اسلاف نے اپنا ہدف بنایا اور اپنی اس منزل کو پایا۔ انہوں نے رمضان کے ثمرات کو سمیٹا، اس کی برکات سے مستفید ہوئے اور اس سے تقویت ایمان اور روحانی آسودگی حاصل کی۔ ان کا دن خدا کی رضا و خوشنودی کے حصول اور تک و دو میں گزارتا تھا۔ رات قرآن خوانی میں بسر ہوتا۔ ان کا یہ مہینہ حصول علم، عبادت گزار اور نیکی میں سبقت لے جانے کے لیے ہوتا۔ وہ محض روزے سے ہی نہ ہوتے بلکہ ان کی زبانیں بھی روزے سے ہوتیں کہ کوئی فحش اور لغویات ان کی زبان سے نہ نکلتی۔ ان کے کان بھی روزے سے ہوتے کہ وہ کوئی باطل اور لغویات نہ سنتے۔ ان کی آنکھیں روزے سے ہوتیں کہ وہ حرام اور فحش چیز کی طرف نہ اٹھتیں۔ ان کے دل بھی روزے سے ہوتے کہ وہ گناہ اور خطا کا ارادہ نہ کرتے، اور ان کے ہاتھ بھی روزے سے ہوتے کہ وہ کسی برائی اور ایذا کے لیے نہ اٹھتے۔ لیکن آج کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کے مطابق اسی راہ پر لگا دیا جس طرف کہ وہ پھر گئے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد ۱۳ : ۱۱) اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتے۔ افسوس کہ آج دل حق سے غافل، زبانیں فحش اور لغویات میں مصروف، کان محرمات پر لگے ہوئے، آنکھیں فحش مناظر کی عادی اور چہرے عداوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

پھر تم پوچھتے ہو کہ کہاں ہے روزے کا وہ اثر اور کہاں ہیں رمضان کے وہ ثمرات؟ میری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ مفید ثمرات نہیں دیتا تو قصور اس کا نہیں روزہ دار کے طرز عمل کا ہے، اس کے دل کی بیماری، اس کے ضمیر کی ناپاکیزگی اور اس کی فکر کی خامی کا ہے۔ پھر تم بعض مسلمانوں کی اللہ کی اطاعت سے روگردانی، منکرات کے ارتکاب اور محرمات ☆ نیکی کا موسم کے عنوان سے شائع کی گئی ہے۔

میں جتلا ہونے کا سوال کرو گے اور کہو گے کہ ماہ رمضان کی وہ بات کہ شیاطین اس کے دوران قید ہوتے ہیں، تو پھر مسلمانوں کا یہ رویہ کیسے؟ اور شاید تم کہو گے کہ ہم رمضان میں بہت سی برائیاں اور اللہ کی نافرمانیاں ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ اگر شیاطین قید ہوتے تو ایسا واقعہ نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روزے دار روزے کی شرائط اور آداب کی پابندی میں کوتاہی کر جاتے ہیں اور شیطانوں میں سے سب کی نہیں، بعض کی اسیری ہوتی ہے۔ یہ تو سب کا مشاہدہ ہے کہ رمضان میں غیر رمضان کی نسبت ان (برائیوں اور نافرمانیوں) کا ارتکاب کم تر ہوتا ہے۔ نیز سب شیطانوں کی قید سے یہ لازم بھی نہیں آتا ہے کہ شر اور معصیت واقع نہ ہو، کیوں کہ شیاطین کے علاوہ دیگر اسباب بھی ہوتے ہیں، مثلاً خبث نفس، قبیح عادتیں اور انسانی شیاطین۔

مت بھولے کہ بعض لوگوں کے ہاں عبادات، عادات، بن کر رہ گئی ہیں۔ جب حالت یہ ہو تو روزہ موروثی تقلید ہوتا ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ روزہ دار کے طرز عمل کا کوئی گوشہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔ لہذا صحیح روزے سے حاصل ہونے والی برکات سے ہم محروم رہ جاتے ہیں۔

آئندہ صفحات میں بعض اجتماعی رسوم و رواج اور ان کے ساتھ بعض عادات و افعال کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن کو میں نے ”لفحات الاجتماعية“ کا نام دیا ہے۔ یہ برائیوں اور مضرت رساں چیزوں کا ذکر ہے جو رائج الوقت ہیں، یا بعض عادات ہیں جو متقاضی ہیں کہ ہر غیور مسلمان اولاً اپنے آپ کو ان سے بچائے ان سے پرہیز کرے اور ثانیاً یہ کہ انہیں بدلنے کی کوشش کرے۔

خوردونوش کی کثرت

روزہ لوگوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ کس طرح سے حیوانات کی مشابہت سے بلند تر ہو سکتے ہیں، جن کی زندگی کا مقصد ہی کھانا پینا اور جنسی تسکین ہے۔

روزے کا مقصد محض کھانے پینے سے پرہیز ہی نہیں ہے، بلکہ وہ اس سے عظیم تر ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ” جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ آپ کے ارشاد: فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ كَمَا مَفْهُومٌ يَهْتَمُّ بِهِ النَّاسُ يَهْتَمُّونَ بِهَا وَنَسُوا مَا فِيهَا مِنْ حَقِّهَا” کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، وہ تو بے نیاز ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ نہیں کہ بندہ بھوکا پیاسا رہے۔ چنانچہ حدیث میں ”ارادہ“ کی جگہ ”حاجت“ کو لایا گیا ہے۔

ان باتوں کو جاننے کے باوجود لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس حقیقت کو جھٹلاتی ہوئی نظر آتی ہے اور تھوڑا کھانے پینے سے روزے کے جو صحیح فوائد ہیں، ان کو ضائع کر دیتی ہے، جب کہ روزہ ظاہری اعضا اور باطنی قوتوں میں فاسد مادوں کے پیدا ہونے سے بچاتا ہے جو اگر ان پر

غالب آجائیں تو انہیں بگاڑ کر رکھ دیں۔

رمضان المبارک کی تیاری کے لیے اخبارات و رسائل اور ٹی وی پروگراموں میں کھانے پینے سے متعلق نوع بہ نوع تفصیلات کثرت سے پیش کی جاتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کھانے پینے کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں افطار بلکہ سحری کی بھی پیشگی بکنگ کروائی جاتی ہے۔ تم لوگوں کی اکثریت کو افطار کے دسترخوانوں پر بڑی مقدار میں مختلف قسم کے لذیذ کھانوں کے ساتھ پاؤ گے۔ جونہی افطار کا اعلان ہوتا ہے ہر فرد کو ایک ایسے شخص کی طرح کھاتے ہوئے پاؤ گے، جسے کبھی کھانے کو کچھ نہ ملا ہو۔ چنانچہ کبھی ادھر سے کھاتا ہے اور کبھی ادھر سے، کبھی یہاں سے پیتا ہے اور کبھی وہاں سے۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جاتا ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے اور بسا اوقات پسینہ بہنے لگتا ہے۔ چنانچہ جب کھانے سے فارغ ہوتا ہے تو نماز میں کھڑا ہونے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے وہ گویا بسیار خوری کے ذریعے روزے سے انتقام لے رہا ہے۔ جو شخص اس طرح کا طرز عمل اختیار کرتا ہے وہ روزوں کی روح اور ان کے فوائد کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس طرز عمل میں کئی قباحتیں اور قابل غور پہلو ہیں جن کا ذیل میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ کی حکم عدولی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (الاعراف: ۳۱) کھاؤ پیا اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زیادہ کھانا پینا یہ اس حکم کی صریح حکم عدولی ہے۔ اسلاف میں سے کسی بزرگ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے پوری طب کو اس آیت کے آدھے حصے میں جمع کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کی خلاف ورزی

یہ آپ کے اس ارشاد کہ: مَسَامِلًا ابْنُ آدَمَ وَعَاءٌ شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ، يَحْسَبُ ابْنُ

أَدَمَ لِقِيَمَاتٍ يَقْمُنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَهَ فَنَلْتُ لِعَطَامِهِ وَتَلْتُ لِشَرَابِهِ
وَتَلْتُ لِنَفْسِهِ) (مسند احمد) میں وارد پر ہیز کو نظر انداز کرنا ہے۔ جس میں ایک تہائی معدہ خالی
رکھنے کی ہدایت ہے۔ اس کی خلاف ورزی ہے۔

سنت رسول ﷺ کی خلاف ورزی

حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَفْطَرَ
أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ” روزہ افطار
کرنے والا کھجور سے افطار کرے، کیوں کہ اس میں برکت ہے۔ اور اگر وہ اسے میسر نہ ہو تو پانی
سے افطار کرے کیونکہ وہ پاک ہے۔“ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطْبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطْبَاتٌ
فَتَمِيرَاتٍ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَمِيرَاتٍ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ (رواہ ابو داود،
والترمذی وقلنا: حدیث حسنًا) ”رسول ﷺ نماز سے قبل رطبات (تازہ پکی ہوئی
کھجور) سے روزہ افطار فرماتے، اور اگر وہ میسر نہ ہوتیں تو ثمرات (سوکھی کھجور) سے افطار
فرماتے، اور اگر وہ بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے گھونٹ سے۔“

ترمذی میں ہے کہ نبی ﷺ سردیوں میں سوکھی کھجوروں سے اور گرمیوں میں پانی کے
ساتھ روزہ افطار فرماتے۔

اور اگر اس سے مراد نماز سے قبل جس چیز سے روزہ افطار کیا جائے ہے تو اس کا مفہوم
نبی ﷺ کے اقوال اور احوال کے پیش نظر جو آپ ﷺ کے طعام و افطار کے بارے میں
ہیں، افطار کے طعام میں قلت کی طرف اشارہ ہے۔

روزے کے آداب کی خلاف ورزی

اس میں تشبیہ یہ ہے کہ افطار کے وقت زیادہ کھانا طلب نہ کرے کہ شکم سیر ہو۔

کم کھانے کے فائدے کا ضیاع

روزے کا مقصد بھوک پیاس برداشت کرنا ہے جس سے روحانی قوت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ معدے کو جب صبح سے شام تک کھانے پینے سے روک کر رکھا جائے، اس دوران اس کی کھانے پینے کی خواہش شدید اور رغبت قوی ہو جائے اور پھر کھانے میں اسے لذیذ چیزیں ملیں اور وہ سیر ہو جائے تو اس سے اس کی لذت اندوزی اور قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تب وہ خواہشات بیدار ہونے لگتی ہیں جو اگر معدے کو اس کی عادت پر رہنے دیا جاتا تو سوئی رہتیں۔ اسی طرح تو روزے کی روح اور معدے کی مخفی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، جس سے شیطان لوگوں کو برائیوں کی طرف اکسانے میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ قوتیں کم خوری کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں۔ چاہیے یہ کہ روزے دار افطار کے وقت اتنا ہی کھانا کھائے جتنا ہر رات کو معمولاً کھاتا ہے جب کہ اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ رات کو صبح سے لے کر رات تک کا کھانا پیٹ میں جمع کر لے تو اسے روزے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قوت ارادی کا ضعف

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص غروب آفتاب کا شدت سے انتظار کر رہا ہے اور بے صبری کے ساتھ افطار کی گھڑی کا منتظر ہے تاکہ اپنی پسندیدہ مضر ترسوں چیزوں پر ایک حریص شخص کی طرح ٹوٹ پڑے تو اس نے اپنے ارادے کو ضعف کا شکار کر دیا، وہ نفس سے کھلت کھا گیا، اس نے یقین کی کمی، بے صبری، عزیمت سے محرومی اور اپنی کمزوری کا مظاہرہ کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے دن میں قوت ارادی کی بنا پر اپنی پسندیدہ چیزوں کو ترک کر کے جو کچھ تعمیر کیا تھا رات کو خود اپنے ہاتھوں ڈھا دیا۔ بلاشبہ وہ افطار کے وقت بے صبری کے مظاہرے سے روزے کے فوائد کو کھودیتا ہے۔ یوں وہ اس عظیم الشان نعمت کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔

فقر کے لیے جذبہ رحم کی کمی

ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا: روزہ کیوں فرض کیا گیا؟ اس نے کہا: تاکہ غنی بھوک کا مزہ چکھے اور بھوکے کو بھلانہ دے۔ رمضان خیر خواہی کا مہینہ ہے۔ اگر کوئی اس مہینے میں اپنے نفس کو معیاری ایثار کے قابل نہیں بناتا تو اس کی رسائی اہل خیر کے درجے تک نہیں ہو پاتی۔ اسلام کے اولین دور میں اکثر لوگ ضرورت مندوں کو اپنا کھانا کھلا کر ان سے اظہار ہمدردی کرتے، یا پورا کھانا ہی ان کو دے دیتے اور خود بھوکے رہتے۔ ان میں اگر کوئی روزے کی حالت میں بھوک سے ہوتا اور جب اس کے سامنے کھانا آتا اور کسی سائل کی آواز کانوں میں پڑتی جو کہہ رہا ہوتا: ”کون ہے وہ صاحب خیر جو پورا پورا لوٹانے والے غنی کو قرض دے؟“ تو اس کو جواب ملتا: ”نیکوں سے محروم اس کا یہ ایک بندہ۔“ چنانچہ وہ کھانے کا برتن اٹھاتا اور اس فقیر کے حوالے کر دیتا اور خوراک بھر بھوکا رہتا۔

صحابہ کرامؓ اس عظیم جذبہ خیر اور رقت انگیز احساس سے سرشار تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ کا واقعہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کے لیے انہیں کھانا پیش کیا گیا، جو دو قسم کا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ رو دیئے۔ گھر والوں نے رونے کا سبب پوچھا، تو کہا: ”مجھے معصوب بن عمیرؓ یاد آ رہے ہیں۔ وہ احد کے دن شہید ہوئے۔ ہمارے پاس ان کو کفنانے کے لیے ایک چادر کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ آج ہم انواع و اقسام کے کھانے کھا رہے ہیں! مجھے خوف ہے کہ مبادا میرا شمار ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اپنی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی پالیا۔“

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ جو شخص نعمتوں میں پلا ہو اور اس نے بھوک کا مزایا پیاس کی تلخی کو نہ چکھا ہو، اسے کیا خبر کہ بھوکے پر کیا گزرتی ہے؟ لیکن روزے سے آدمی کو عملی طور پر دوسرے کی بھوک کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ لاشعوری طور پر اس حقیقت کو پالیتا ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی حقیقی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ نعمت کی قدر اس وقت ہی ہوتی ہے

جب وہ چھن جاتی ہے۔ جس قدر ایک مسلمان کو اللہ کی نعمت کی معرفت حاصل ہوگی، اسی قدر اسے شکر کا مقام ملے گا، جب کہ کھانے پینے کی کثرت اور اس میں اسراف ان احساسات کو کمزور کر دیتا ہے یا بالکل ہی ختم کر دیتا ہے۔

انواع واقسام کے کھانوں کی تیاری میں اہل خانہ کی مصروفیت

گھر کی خواتین قسم قسم کے کھانوں کی تیاری میں مصروفیت اور پکانے میں محویت کے باعث تلاوت، ذکر اور دعا کے عظیم فوائد سے محروم رہ جاتی ہیں۔ دن کے اول و آخر میں وقت کا بڑا حصہ کھانے پینے کے معاملات کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک بڑا خسارہ ہے جس کی فکر کی جانی چاہیے۔

مردوں کا خریداری میں وقت صرف کرنا

مردوں کا عصر اور مغرب کے مابین نہایت قیمتی وقت گھر سے باہر چیزوں کی خرید میں صرف کر دینا بڑا خسارے کا سودا ہے۔ اس وجہ سے وہ خیر کثیر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: **فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا** (ظہ: ۲۰: ۱۳۰) ”اور اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کرو، سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔“ مزید فرمایا: **وَإِذْ كُنَّا نَسْمُو رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا** (الدھر: ۷۶: ۲۵) ”اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو“

رمضان کے پکوان

کھانے کے موضوع کا اس طرح اظہار کہ گویا وہ رمضان کا ناگزیر تقاضا ہو۔ اس موضوع کو اتنی اہمیت اور توجہ دی جاتی ہے، اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور اس سے متعلق گفتگوئیں کی جاتی ہیں اور ماضی و حال میں کھانوں کے درمیان تقابلی زیر بحث آتا ہے۔ مختلف اسلامی ممالک میں ہر دل عزیز کھانوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ اس طرح کھانوں کے بارے

میں گفتگو بسا اوقات روزوں کے احکام، ان کی حکمت اور ان کے فوائد سے بڑھ کر ہونے لگتی ہے۔ جس کے باعث ان سے نظریں ہٹ جاتی ہیں، اسی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ لہذا لوگوں کی اکثریت رمضان کو سامان خورد و نوش کی فراہمی کا مہینہ بنا لیتی ہے۔ حتیٰ کہ معمولاً ایسا ہوتا ہے کہ رمضان میں کھانے پینے کا اتنا سامان جمع کر لیا جاتا ہے اور اس ماہ میں اتنا کھایا جاتا ہے جتنا کئی مہینوں میں نہیں کھایا جاتا۔ فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں خریدنے اور ان کی تیاری سے منع کر دیا جائے لیکن میں ان کی مقدار، ان کے لیے اہتمام اور ان میں مصروفیت میں حد سے تجاوز کو قابل اعتراض سمجھتا ہوں، کیونکہ عبادات کا موسم تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلمان اپنے اعمال پر پوری توجہ و انہماک کے ساتھ لیبیک کہے۔ یہ زیادہ مفید اور نفع بخش ہے کہ ہم اس ماہ مبارک کی زیادہ سے زیادہ نیکیاں، برکات و ثمرات کو سمیٹنے میں جت جائیں۔



خریداری کا غیر معمولی رجحان

ایک دوسرا مرض جس سے ایک صاحب شعور مسلمان کو تعجب ہوتا ہے یہ ہے کہ ماہ رمضان بعض لوگوں کے لیے خرید و فروخت کا مہینہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس مہینے میں مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد بازار میں جاتی ہے اور اپنا بڑا وقت مختلف اشیا کی خرید و فروخت میں صرف کر دیتی ہے، جو زیادہ تر خورد و نوش سے متعلق ہوتی ہے۔ اس مہینے کے آخر میں عید الفطر کی تیاری کے لیے وقت کا بڑا حصہ ملبوسات، جوتے و دیگر سامان زیبائش و آرائش کی خریداری کی نذر ہو جاتا ہے، جب کہ ماہ صیام کا آخری عشرہ خصوصی رحمتوں و برکتوں کی وجہ سے خاص اہتمام کا متقاضی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے انداز حیران کر دیتے ہیں، گویا وہ زبان حال سے کہتے ہیں: رمضان خرید و فروخت، بازاروں میں چلنے پھرنے، نئے نئے لباسوں اور جوتوں کی تلاش کا مہینہ ہے۔ چنانچہ وہ انھی کے بارے میں سوچتے ہیں، انھیں تلاش کرتے ہیں، انھی کے متعلق ذہنوں میں نقشے بناتے ہیں اور انھی کی خاطر مصروف ہوتے ہیں۔

اس کے کئی اسباب ہیں:

- ۱- ماہ رمضان میں دیگر مہینوں کی نسبت لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم اور چلت پھرت ہوتی ہے۔
- ۲- بازاروں میں آمد و رفت اور بھیڑ بھاڑ افطار سے قبل اور نماز عشاء کے بعد ہوتی ہے اور دن کے اوقات میں بڑی حد تک گھٹ جاتی ہے۔

۳۔ جوں جوں رمضان کے دن گزرتے جاتے ہیں، بازاروں میں آمدورفت کے ساتھ ساتھ مصروفیت کی گھڑیاں بھی طویل ہوتی جاتی ہیں۔ آخری عشرے کی راتوں میں یہ مصروفیت اپنے عروج پر ہوتی ہے، جب کہ عید کی رات اور اس سے قبل کی بعض راتوں میں فجر تک خرید و فروخت جاری رہتی ہے۔

۴۔ اکثر دکان دار جدید سامان کو جیسے وہ نئے ڈیزائن اور نئے فیشن کا نام دیتے ہیں، اپنی دکانوں میں رمضان کے نصف بلکہ آخری عشرے تک روک رکھتے ہیں۔ اس کی کے نقصانات حسب ذیل ہیں:

چھوٹے چھوٹے معاملات میں تضييع اوقات

خرید و فروخت کے لیے وقت کا ضیاع اور وہ بھی نماز تراویح جیسی عبادت کی قیمت پر، کیونکہ بازاروں کے کارکن اور ان میں آنے جانے والوں کی اکثریت تراویح کو پورے طور پر نہیں پڑھ سکتی۔ اور بعض تو بالکل پڑھتے ہی نہیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اخلاقی لغزشیں

بازاروں میں بالعموم اور بھیڑ بھاڑ کے زمانے میں بالخصوص کتنی ہی اخلاقی لغزشیں ہوتی ہیں، مثلاً عورتوں کا کھلے چہرہ ہونا اور سن دھج دکھاتے پھرنا اور مردوں کا ان سے تکلیف دہ تعرض، نیز قسموں کی بھرمار، اور دوکانداروں اور عورتوں کے درمیان حد سے بڑھی ہوئی گفتگو اور اس طرح کی دیگر معروف صورتیں۔

آخری عشرے کی فضیلت اور لیلة القدر سے محرومی

یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ بازاروں میں لوگوں کی بھیڑ آخری عشرے میں بڑھ جاتی ہے، کاروبار کے اوقات سحری تک طویل ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے ان جیسی قابل قدر راتوں میں نماز تہجد، تلاوت، دعا اور بالخصوص وتر زیادہ تر ضائع ہو جاتے ہیں۔

دنیا کے معاملات میں زیادہ مشغولیت

بازاروں میں آمدورفت کے باعث لوگوں کے دلوں میں رمضان کی روحانیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر، عبادات، نوافل میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ آپ کی مسجد بازار سے جتنی قریب ہے اسی قدر آپ کی نماز تراویح اور تہجد میں زیادہ خلل واقع ہوتا ہے۔ جب مسجد سے باہر نکلو تو بازاروں میں لوگوں کی کثرت اور مسجد میں ان کی قلت حیرت زدہ کر دے گی، اور وہ بھی اس حال میں کہ تلاوت اور نماز کی تکبیرات بازاروں میں موجود لوگوں کے کانوں میں پڑ رہی ہوں گی۔

بے خوابی اور نکان

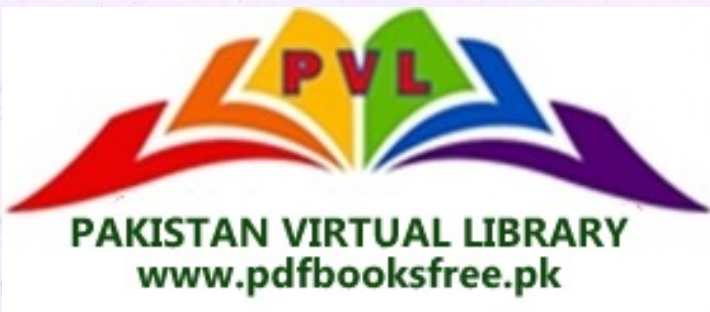
خرید و فروخت، رت جگے اور بے خوابی و نکان کے باعث دن بھر نیند اور سستی چھائی رہتی ہے، حالانکہ اس میں عبادت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات وہ اتنی طویل ہوتی ہے کہ فرض نماز کی مسجد میں یا وقت پر ادائیگی ضائع ہو جاتی ہے۔ اور جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے، تو ان کا بازاروں میں رات دیر تک رہنا ان کے گھر کے کام کاج، سحری کے لیے تیاری اور بچوں کی دیکھ بھال بالخصوص رمضان میں ان کی تعلیم میں خلل کا باعث بنتا ہے۔

رمضان کے دوران بازاروں میں آمدورفت پر تعجب ابھی ختم نہیں ہوتا کہ آدمی یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے کہ وہ مسلمان جو دنیا کے کونے کونے سے سفر کی مشقتیں برداشت کر کے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی فضیلت و برکات حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، ان میں سے بعض حرمین کے قرب و جوار میں بازاروں میں سودا سلف خریدنے میں مصروف ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ حرم سے آنے والی تکبیرات نماز کو سن رہے ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی تعجب انگیز پہلو وہ تضاد ہے جسے ہم اپنے اختیار کے ساتھ اپنا کر اپنی زندگی میں دیکھ رہے ہیں اور اس کے اسیر ہو چکے ہیں، یعنی ہم نے اپنی رات کو دن میں اور دن کو رات میں بدل لیا ہے۔ اس طرح سے ہم نے ان

بابرکت لمحات کے اعمال کے فضائل کو ضائع کر دیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ کسی شخص سے کہو: اے بھائی، تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ رمضان سے ذرا قبل اپنے اہل و عیال کی ضروریات و لباس وغیرہ خرید لیا کرو تا کہ رمضان میں تمہارے لیے ان سے متعلق کوئی مصروفیت نہ ہو یا کم از کم رمضان کے اوائل، اس کے پہلے عشرے یا نصف اول میں ایسا کر لیا کرو اور باقی مہینے کو تم عبادت، اعتکاف اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے فارغ کر لو تو وہ (مرد ہو یا عورت) جواب دے گا: عید کے لیے جدید سامان اور بالخصوص نئے نئے جوتے صرف آخری عشرے میں ہی ملتے ہیں۔ اور اگر بیچنے والوں سے کہا جائے: ”تم ان اشیاء کو مہینے کے آخر تک کیوں روکے رکھتے ہو اور پھر کاروبار کے اوقات بڑھاتے ہو اور فرض عبادت اور اس کے اجر کو ضائع کر لیتے ہو؟“ تو وہ جواب دیتے ہیں: لوگ بازاروں میں صرف مہینے کے آخر میں ہی زیادہ تعداد میں آتے ہیں۔“

عقل مند اور سوچنے والوں کے لیے اس کا ایک آسان حل یہ ہے کہ دکاندار اپنی جدید اشیاء و سامان کو مہینے کے اوائل میں باہر لے آئیں۔ نیز بازاروں میں دکاندار اس بات پر متفق ہو جائیں کہ وہ اپنی دوکانیں نماز تراویح کے بعد ہی کھولیں گے اور آدھی رات کے وقت بند کر دیں گے تو لوگ اس کے عادی ہو جائیں گے اور اس کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ لوگ بھی بازاروں میں نماز تراویح کی ادائیگی کے بعد ہی نکلیں اور آدھی رات کے بعد اس طرف نہیں جائیں گے تو دکاندار بھی اس کا لحاظ کریں گے۔

اگر لوگ اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لیے بازاروں کی طرف اعتدال کے ساتھ ٹکنا لازم کر لیں، اپنے ہمسائیوں اور اپنے احباب کو بھی اس کی نصیحت کریں تو ایک نئی صورت حال سامنے آجائے جو ہمیں وقت کے ساتھ مطلوب تبدیلی کی طرف لوٹا دے گی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ کوئی مرد یا عورت کہ وہ محض نئے ڈیزائن کے جوتے یا لباس حاصل کرنے کے لیے!



۳

بے صبری

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فَاِذَا كَانَ يَوْمَ صَوْمِ
اٰحَدٍ كُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصُخَبْ لِمَنْ سَاِئَهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: اِنِّي
صَائِمٌ (متفق علیہ) ”جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو نہ بدکلامی کرے اور نہ شور و غل،
اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ کہے: میں روزے سے ہوں۔“

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ روزے دار کو صبر، غصے پر ضبط اور وسعت
ظرف سے متصف ہونا چاہیے۔ وہ برائی کا دفاع نیکی سے کرے اور اس کے لیے ضروری یہ ہے
کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو ظلم و زیادتی سے روکے۔ مسلمان کی شان..... جیسا کہ پہلے گزر چکا
ہے..... یہ ہے کہ روزہ رکھنے پر شاداں و فرحاں ہو، اس پر سعادت و سکینت محسوس کرے اور
آرزو مند ہو کہ ماہ رمضان اپنی خیر اور اپنے اجر و ثواب کے ساتھ طویل ہو جائے تاکہ اس کے
قلب و روح میں اللہ کی خوشنودی سے طمانیت پیدا ہو جائے۔

خود احتسابی کرنے والا روزے دار اپنے دل میں کوئی اضطراب اور خلش نہیں پاتا،
بلکہ وہ راضی، مطمئن اور پرسکون ہوتا ہے۔ اس کے جسم میں تو کوئی ضعف واقع ہو سکتا ہے لیکن

اس کی روح قوی اور بیدار ہوتی ہے۔

اپنا احتساب کرنے والا روزے دار رمضان میں غصے میں نہیں آتا جیسا کہ وہ غیر رمضان میں آتا ہے، اور وہ رنجیدہ نہیں ہوتا جیسا کہ وہ روزے کے بغیر ہو جاتا تھا، کیوں کہ اس کا روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کا صبر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

کچھ لوگ رمضان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو روزہ رکھ کر اشتعال میں آجاتے ہیں۔ وہ نہایت معمولی معمولی باتوں پر بھڑک اٹھتے ہیں، آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور صبر سے کام نہیں لیتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ روزہ سزا اور محرومی ہے لہذا ان کے نفس سرکش ہو جاتے ہیں، ان کے اعصاب جواب دہ ہوتے ہیں اور وہ توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

تعب انگیز بات یہ ہے کہ جب لوگ کسی آدمی کو آپے سے باہر دیکھتے ہیں جو رمضان میں غصے میں حد سے نکل گیا ہو تو کہتے ہیں: اس کا کوئی قصور نہیں، اس لیے کہ وہ روزے سے ہے۔ گویا روزہ غصے، اور بداخلاقی کا جواز بن جاتا ہے۔ **أَلَا مَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (النحل: ۱۶: ۵۹)** خبردار ہو جاتے، یہ لوگ کیسے غلط فیصلے کرتے ہیں۔

بعض لوگ روزہ ذہنی اذیت، کوفت اور بددلی کے ساتھ رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ رمضان جلد از جلد گزر جائے۔ یہ روزے ان کے دلوں میں خلش اور سینوں میں تنگی کا سبب بنتے ہیں۔ وہ زور درنج ہوتے ہیں اور معمولی سبب پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی شخص فحش کلامی کرتا ہے اور مقابلتا غصے میں حدود کو پھلانگ جاتا ہے تو سننے والوں میں سے کوئی کہتا ہے: ہم اسے کیا کہیں، وہ تو روزے سے ہے۔ گویا روزے سے اسے غصہ کرنے کا جواز فراہم ہو گیا ہے اور وہ روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق پر احسان کرتا ہے۔ لہذا نرمی سے گفتگو کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

جب آپ کو تیوری چڑھائے، چپیں بہ جبین، کھا جانے والی نظر سے، درشت کلام، کوئی

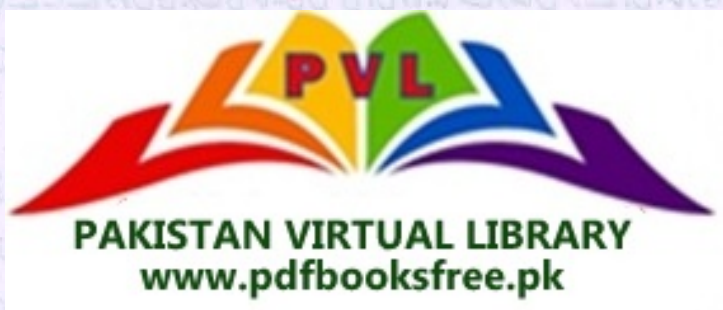
فحص نظر آئے اور اس کی کیفیت یہ ہو گیا کہ ایک دیکھی میں ابال آیا ہوا ہے اور قریب ہے کہ معمولی حرارت کے ساتھ پھٹ پڑے تو آپ کو اس کیفیت کو بھانپنے میں ذرا دیر نہیں لگے گی۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس نے پوری دنیا کا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور اس پہاڑ جیسے بوجھ سے اس کی کمر دہری ہوئی جاتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کو ایسی چیز کا مکلف بنا دیا گیا ہے جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا یا اسے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ اس لیے روزے سے بیزار اور تنگ ہے۔ نتیجتاً وہ بد اخلاق اور زور و درنج ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ تنہا پڑے رہنے اور سونے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ افطار کے وقت روزے کی تلافی کثرت خوراک سے کرتا ہے۔ پھر لہو و لعل اور حتیٰ کہ فجر اور اس کے بعد تک بیدار رہنے کا حریص ہوتا ہے، تاکہ اس کے بعد لمبی تان کر سو جائے۔ ایسے لوگوں کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں، وہ جماعت کو ضائع کرتے ہیں، نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرتے ہیں اور تلاوت اور دیگر نقلی عبادات سے انہیں کوئی رغبت نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ روزے کی حکمت اور اس کے فوائد کو ضائع کر دیتا ہے اور بسا اوقات اجرو ثواب یا اس کا بڑا حصہ تلف ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ روزہ ہے ہی اس لیے کہ اس کی وجہ سے انسان ضبط نفس اور مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو جائے۔ ضبط نفس کی مشق سے ارادے کی کمزوری قوت میں بدل جاتی ہے۔ جسم بدنی ریاضت اور شدید محنت کے ذریعے قوی ہو جاتا ہے، اور عقل بھی فکری ریاضت سے قوی ہو جاتی ہے۔

جہاں تک اجر و ثواب کا تعلق ہے، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کَمِ رَبِّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرَبُّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا الشَّهْرُ (ابن ماجہ) ”کتنے ہی روزے دار ہیں جنہیں روزوں سے بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے ہیں جنہیں رت جگے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔“ اب جس شخص کا یہ حال ہو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اسے کہاں سے مکمل اجر اور عظیم ثواب ملے گا؟ یہ کیفیت فرائض اسلام کے بارے میں ایک براتصور پیش کرتی ہے۔ دوسرا یہی تاثر لیتا

ہے کہ وہ مشقت اور بوجھ ہے اور بد اخلاقی اس کا نتیجہ۔ حالانکہ روزے تہذیب ہیں نہ کہ تعذیب، مستعدی ہیں نہ کہ کسل مندی، قوت ہیں نہ کہ ضعف، ثمر آور ہیں نہ کہ بے فائدہ، نظم و ضبط ہیں نہ کہ عدم توجہی، پاک دائمی ہیں نہ کہ فسق و فجور اور اچھائی ہیں نہ کہ برائی۔

اس قسم کے لوگ اس ماہ مبارک سے کوئی فائدہ اٹھائے بغیر اطمینان سے اس کو گزار کر اپنی انہی عادات اور خرافات کی طرف لوٹ جاتے ہیں جن پر وہ قبل ازیں تھے۔ اور اس قلیل پر اکتفا کو ترک کر دیتے ہیں جسے انہوں نے رمضان میں بہ شکل اختیار کیا تھا۔

کاش! یہ لوگ جانتے کہ یہ ان کا اپنے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے اور اس طرح وہ کس کس سعادت اور برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔



بہ کثرت بھیک مانگنا اور سوال کرنا

رمضان میں بھیک مانگنے اور سوال کرنے والوں سے بازار، سڑکیں اور مسجدیں بھر جاتی ہیں۔ پھر طرح طرح کے مسائل سننے میں آتے ہیں: کوئی اپنے اہل و عیال سے دور ہے، مگر ان کی طرف سفر کرنا چاہتا ہے، کوئی یتیم ہے جس کی والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے لیے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی چھوڑ گئی ہے۔ اسی طرح سے مختلف قسم کے معذور دیکھنے میں آتے ہیں، جن میں سے بعض تو ظاہر ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہوتا، اور بعض کے بارے میں شک پیدا ہوتا ہے، اور بعض کے بارے میں نفس کا میلان اس طرف ہوتا ہے کہ وہ دھوکہ دہی سے کام لے رہے ہیں۔ اس سب پر آدمی حیران ہو کر سوچتا ہے کہ یکا یک یہ سب معذوریوں اور حاجتوں اس کثرت سے کہاں سے پیدا ہو گئیں؟

ماہ رمضان میں بھیک مانگنے کی کثرت ہو جاتی ہے، کیوں کہ لوگ اس مہینے میں اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ صدقات کی کثرت ہوتی ہے اور لباس اور کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کی جاتی ہیں جنہیں لوگ بڑی مقدار میں مساجد میں لے کر آتے ہیں۔ ان کے دل رحم، نرمی، خیر، خوئی اور مہربانی کے جذبے سے سرشار اور، امداد اور خرچ کرنے کے لیے مستعد ہوتے ہیں۔ یہ امور پاکیزہ اور قابل تعریف ہیں، جب کہ وہ صورت قابل اعتراض ہے جس میں غلط طریقے سے

غیر مناسب مقامات پر اور ناپسندیدہ تکرار کے ساتھ مانگنے والوں کی کثرت کا اظہار ہوتا ہے۔
اس موقع پر سوال اور سوال کرنے والوں کے شرعی اور اجتماعی پہلوؤں کے بارے میں
کچھ ضروری باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

شرعی پہلو

تندرست کے لیے مانگنا حرام ہے

نبی ﷺ کے ارشاد میں صحت مند کے لیے جسے ضرورت کے مطابق رزق حاصل ہو
مانگنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر بن عاصؓ سے مروی حدیث میں ہے: لَا
تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ وَلَا الَّذِي مَرَّةً سَوِيًّا (ترمذی، ابی داؤد، دارمی) ”کسی غنی، تندرست
اور طاقت ور آدمی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔“ تندرست اور طاقت ور سے مراد ہے جس کا
جسم کام اور کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔ ابن حجرؒ نے الفتح میں نقل کیا ہے: ”شافعی مسلک کے
مطابق کمائی کرنے کے قابل شخص کے لیے سوال کرنا حرام ہے۔“

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جائز سوال کی حدود

اسلامی قانون میں ان حالات کی حد بندی کر دی گئی ہے جن میں سوال جائز ہو جاتا
ہے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ میں جو قبیبہ بن مخارق کے متعلق ہے، ارشاد ہے: ”اے قبیبہ!
تین آدمیوں کے سوا کسی کے لیے مانگنا جائز نہیں: ایک وہ شخص جس نے دیت کی کوئی ضمانت
دی ہو، دوسرا وہ شخص جس پر کوئی آفت نازل ہوئی اور اس کا مال ضائع ہو گیا ہو اور تیسرا وہ شخص
جس کو فاقے نے آیا ہو، اور قوم کے تین ثقہ افراد یہ کہہ دیں کہ وہ شخص فاقہ زدہ ہے، اس کے
لیے مانگنا جائز ہے حتیٰ کہ ان کی معیشت اعتدال پر آجائے۔ اے قبیبہ! ان کے سوا کسی کے
لیے مانگنا جائز نہیں ہے۔ گندگی کھاتا ہے وہ جو مانگ کر کھاتا ہے۔“ (الترغیب والترہیب)

یہ حدیث اس مسئلے میں نہایت اہم ہے اور اس سے متعدد اصول نکلتے ہیں:

(الف)۔ مذکورہ بالا تین افراد کے کسی سوا کے لیے مانگنا حلال نہیں ہے۔

(ب)۔ مانگنے کی ان تین اقسام کے علاوہ مانگنا جائز اور حرام ہے۔

(ج)۔ مانگنے کی مقدار کفاف کی ادنیٰ حد تک ہے اور وہ ہے آپ ﷺ کا قول: حَتَّىٰ

يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ غَيْشٍ ”حتیٰ کہ اس کی معیشت اعتدال پر آجائے۔“ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ

انسان کی مالی حالت درست ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب مانگنا کسی کے لیے حلال ہو

جائے تو اس کے لیے عمر بھر کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس کی معیشت میں کفاف کے حاصل ہوتے ہی

منوع ہو جائے گا۔

حاجت کے ثبوت اور سوال کے استحقاق میں تحقیق

دیت کی ضمانت مشہور معروف ہوتی ہے، جو ثبوت کی محتاج نہیں ہوتی۔ اسی طرح

آفت کا نزول ہے کیوں کہ وہ محسوس ہوتی ہے اور نظر آتی ہے اور اس کے شواہد ہوتے ہیں۔

لیکن مجرد حاجت معروف نہیں ہوتی، اس لیے اس کے لیے مسائل کی قوم کے تین گواہوں کی شرط

ہے، جب کہ وہ اسے جاننے والے ہوں تاکہ وہ اس کی یقینی حاجت اور اسکے سوال کی صداقت

سے واقف ہوں۔

مانگنے کی مذمت

مانگنے کی مذمت اور اس سے نفرت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا نبی ﷺ سے

قول وارد ہے: وَلَا تَزَالِ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّىٰ يَلْقَى اللَّهَ تَعَالَىٰ وَلَيْسَ فِي

وَجْهِهِ مُزْعَةٌ لَنَحْمِ (متفق علیہ) ”تم میں سے کوئی مانگتا ہی رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے جا

ملتا ہے، اس حال میں کہ اس کے چہرے پر کوئی گوشت نہ ہوگا۔“ اور حضرت عائزہ بن عمروؓ کی

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْمَسْأَلَةِ مَا مَشَىٰ أَحَدٌ

يَسْأَلُهُ (احمد) ” اگر مانگنے والوں کو سوال کی حقیقت (قباحت) معلوم ہو جائے تو کوئی کسی کے پاس مانگنے کے لیے نہ جائے۔“

رسول ﷺ اللہ کی اپنے اصحابؓ سے بیعت

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے اس پر بیعت لی کہ وہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگیں گے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبانؓ کی حدیث میں وارد ہے۔ انہوں نے کہا: مَنْ تَكْفُلَ لِيْ اَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَاَتَكْفُلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ؟“ فَقُلْتُ: اَنَا، (رواہ ابی داؤد) ”جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگے گا، میں سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ اس پر میں نے کہا: ”میں۔“ چنانچہ حضرت ثوبانؓ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سواری کی حالت میں اگر ان کا کوڑا گر پڑتا تو وہ سواری سے اترتے، اسے اٹھاتے اور کسی کو نہ کہتے کہ وہ انہیں پکڑ وادے۔

نبی کریم ﷺ اپنے اصحابؓ کو مانگنے سے دور رکھتے اور انہیں اس پر بیعت کے ساتھ ترغیب دیتے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ نے آپ ﷺ سے کئی مرتبہ سوال کیا، تو آنحضور ﷺ نے انہیں دیا، پھر ان سے فرمایا: ”اے حکیم! یہ مال اس کے لیے سرسبز اور میٹھا ہے، جس نے اسے نفس کی بے رغبتی کے ساتھ لیا۔ اس کے لیے اس میں برکت دی گئی ہے۔ جس نے اسے حرص و لالچ کے ساتھ لیا، تو اس کے لیے اس میں برکت اٹھالی گئی اور وہ محتاج کی طرح ہوتا ہے، نہ کہ شکم سیر۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“ تو میں نے کہا: ”اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق سے ساتھ بھیجا ہے آج کے بعد میں کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا، حتیٰ کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔“

حضرت ابو بکر صدیقؓ حکیم کو بلا بھیجا کرتے تاکہ ان کو عطیہ دیں تو وہ کوئی بھی چیز لینے سے انکار کر دیتے۔ اسی طرح جب حضرت عمرؓ انہیں بلایا کرتے تاکہ ان کو عطیہ دیں تب بھی وہ قبول

نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ دوبارہ انہیں بلاتے تاکہ ان کو دیں مگر وہ پھر بھی نہ لیتے۔ اس پر حضرت عمرؓ فرماتے: ”اے مسلمان! میں تمہیں گواہ بنانا ہوں اس پر کہ اسے اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مال غنیمت میں مقرر فرمایا ہے مگر وہ لینے سے انکار کرتا ہے۔“ چنانچہ حضرت حکیمؓ نے نبی ﷺ کے بعد لوگوں میں سے کسی سے کچھ نہیں لیا (متفق علیہ)۔

اس حدیث کے اندر ایک بلیغ درس ہے کہ جب حضرت حکیمؓ نے نبی ﷺ سے مانگا تو آپ ﷺ نے انہیں عطا کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی تاکہ نصیحت موقع کے مطابق ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھڑکانہیں، صرف انہیں اتنا اشارہ کیا: ”سوال میں کوئی برکت نہیں ہوتی“ اور یہ کہ آپ ﷺ اسے پسند نہیں فرماتے۔ حکیمؓ نے اسے کماحقہ سمجھ لیا اس کا گہرا اثر لیا چنانچہ انہوں نے عزم کیا کہ اس کے بعد نہ کسی سے کوئی چیز لیں گے اور نہ مانگیں گے۔ انہوں نے عہد کو نبھایا اور اپنے وعدے کو پورا کیا۔

اجتماعی اور تربیتی پہلو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ضعف ایمان

سوال کرنا اور جگہ جگہ مانگتے پھرنا ایمان، توکل اور اللہ تعالیٰ عطا پر یقین میں کمزوری کی علامت ہے۔ یہ اس کے حضور میں سوال اور دعا کا ترک ہے، کیونکہ مسائل اپنی حاجت لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کو ترک کر دیتا ہے، مخلوق کے سامنے فروتنی کا مظاہرہ کرتا ہے اور خالق کے حضور میں معجزہ و نیاز کو چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے فاقے سے واسطہ پڑا اور اس نے اپنا مسئلہ اسے لوگوں کے سامنے رکھا تو اس کے فاقے کا اسناد نہ ہوا۔ اور جس نے واسطہ پڑنے پر اسے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رزق کے ساتھ جلد یا بہ دیر اسے دور کر دے گا۔“ (ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اپنی مشہور وصیت میں فرمایا: اِذَا
سَأَلْتُكَ فَمَسْأَلِي اللّٰهَ، وَ اِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاَسْتَعِنْ بِاللّٰهِ (ایضاً) ”جب تو سوال کرے تو اللہ
تعالیٰ کے حضور میں سوال کر اور جب تو مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد
کرتے ہیں، اور شرعی لحاظ سے اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن مانگنے کا پیشہ اور پلٹ کر مانگنا اور
اس کے لیے مسلسل تذلّل، ان قبیح آثار میں سے ہے جن کا ذکر اور ضعف ایمانی کے ضمن میں آچکا ہے۔

اسلامی معاشرے کی شہرت پر منفی اثرات

مانگنے کے بہت سے اجتماعی اور تربیتی منفی اثرات ہیں، جن سے اسلامی معاشرے کی
ایسی صورت حال کا اظہار ہوتا ہے، جیسے وہ مندوروں اور مانگنے والوں کا معاشرہ ہو۔ گویا اس
کے افراد بے کاری کو پسند کرنے والے اور ذلت پر راضی ہیں۔ نیز یہ بھی کہ اس میں کوئی باہمی
کفالت کا نظام نہیں پایا جاتا، نہ زکوٰۃ، نہ صدقہ اور نہ رحم دلی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

بیکاری کی ترغیب

مانگنے کا رواج پا جانے اور اس کے خلاف مزاحمت اور اس کی مذمت نہ کرنے سے
کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ بعض لوگ محنت کرنے سے کتراتے ہیں اور مانگنے کو کمائی کا
مستقل پیشہ بنا لیتے ہیں، نیز کام سے بے پروا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں انہیں کوئی
مشقت نہیں کرنا پڑتی۔

مستحقین کی حق تلفی

حقیقی مستحق اور ضرورت مند سفید پوش، حیادار اور باعزت ہوتے ہیں۔ ان کی حیا اور ان
کی عزت نفس انہیں اپنی حاجات کے اظہار سے روکتی ہے، چہ جائیکہ وہ لوگوں سے مانگیں۔ یہی

وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مصداق ہیں: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْتَلُونَ النَّاسَ بِالْحَافَا﴾ (البقرة ۲: ۲۷۳) ”خاص طور پر مرد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خورداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوشحال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے بڑا کر کچھ مانگیں۔“ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ وہ زیادہ مستحق ہیں کہ ہم ان کی خبر رکھیں، انہیں تلاش کریں اور ان کو زکوٰۃ دیں۔ پیش رو مانگنے والوں کو دینا حقیقی مستحقین کو محروم کرنا اور ان کی مشکلات میں اضافہ کرنا ہے۔

جھوٹے دعوے

مانگنے والے زیادہ تر جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ انسان بعض مانگنے والوں کے جھوٹ پر اعتبار کر لیتا ہے مگر بعض اوقات ان کے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ ہم ایک آدمی مسجد میں مانگتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ اپنی ٹانگوں کے مفلوج ہونے کی شکایت کر رہا ہوتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد ہم دیکھتے ہیں، کہ وہ اپنے ہاتھ کے ٹوٹنے کا رونا رو رہا ہوتا ہے۔ کہیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ راہ میں لٹ جانے کا واویلا کر رہا ہے، اسے اپنے شہر اور اہل و عیال تک پہنچنے کے لیے کرایے کی رقم چاہیے اور اسی طرح سے ہر دفعہ نیا قصہ اور نئی بات!

بچوں کے لیے نقصان دہ

بعض مانگنے والے اپنے جھوٹے بچوں کے ساتھ مانگتے ہیں۔ وہ ایک کو ایک ہاتھ میں اٹھائے ہوتا ہے اور دوسرے کو دوسرے ہاتھ سے اپنے پیچھے کھینچ رہا ہوتا ہے۔ ان کو اس طرح کی کمائی کی تعلیم دیتا ہے اور اس کا انہیں عادی بناتا ہے۔ اسی لیے ہم جھوٹے بچوں کو مساجد میں

مانگتے ہوئے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کوئی اپنے والد کی وفات پر رو رہا ہوتا ہے کوئی بہن بھائیوں کے لیے اپنی ذمہ داری کا بوجھ بنا کر لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کر رہا ہوتا ہے، اور کوئی مؤثر کلام سنا کر آہ و بکا کر کے نیز مواقع بدل بدل کر اور جھوٹ گھڑ گھڑ کر کمائی کرتا ہے۔ اس طرح بچوں کی غلط تربیت کی صورت میں نقصان ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مانگنا رمضان کی پہچان بن گئی ہے جب کہ رمضان میں ایمان اور تربیت کے ساتھ اس کی کوئی مناسبت نہیں ہو۔ رمضان میں باہمی ہمدردی، خیر خواہی اور باہمی کفالت کی کوئی مناسب حقیقی غریب اور حاجت مند محروم رہ جاتے ہیں۔

گداگری کا تدارک

میں نے شریعت کے مقاصد اور اجتماعی اور تربیتی نقصانات کی جو وضاحت کی ہے وہ اس لائق ہے کہ ہم مانگنے کے مسئلے کا سامنا کرنے اور اس کے تدارک کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ بعض لوگ مانگنے والوں کے پیش کردہ احوال کو سنتے ہیں تو شفقت اور مہربانی ان پر غالب آ جاتی ہے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

زکوٰۃ کا صحیح مصرف

کہ زکوٰۃ، اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے جس کے مصارف شریعت نے مقرر کر دیے ہیں اور اسے صحیح مدت پر صرف کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ مستحقین کے علاوہ کسی اور پر تقسیم نہیں کی جاسکتی۔ لہذا محتاجوں کے احوال کی تحقیق ضروری ہوتی ہے۔ ایک مسلمان بھائی جس طرح اپنی نماز میں احتیاط کرتا ہے۔ اپنے دھوکے پھیل کرتا ہے، اسے اول وقت میں ادا کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے، نیز اس کے خشوع کا خیال رکھتا ہے اس لیے کہ وہ ایک فریضہ ہے۔ اسی طرح اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ تسامع سے کام نہ لے اور زکوٰۃ کو غیر مستحقوں پر ضائع نہ کرے۔ وہ اسے ایک ایسا بوجھ نہ سمجھے جس سے خلاصی حاصل کرنا

ہے، اور بغیر تحقیق کیے اسے پہلے ہی مسائل اور پہلے ہی ملنے والے کو دے دے۔

اسلامی تعلیمات کا شعور

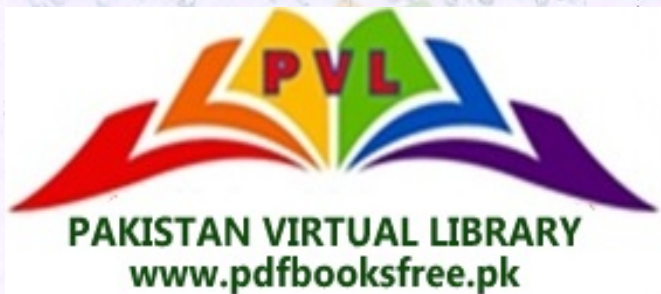
گداگری کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کی ان تعلیمات کو بھی عام کیا جائے کہ مانگنے میں ذلت ہے اور یہ مسلمان کے شایان شان نہیں۔ مومن کا شرف اس کا قیام اللیل ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیازی ہے، جس طرح کہ نبی ﷺ نے خبر دی ہے ”کہ قوت اور صحت اللہ کی نعمت ہے اور لازم ہے کہ تم عمل اور حلال کی کمائی کے ساتھ ان کا شکر ادا کرو اور جان رکھو کہ سب سے اچھا کھانا جو تم کھاتے ہو وہ ہے جو تم اپنی محنت اور کوشش سے کھاتے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا لِّىَ أَنْ مَا كَلَّ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ، وَإِنَّ دَاوُدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ. (رواہ البخاری) ”ابن آدم نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا۔“

صدقہ لوگوں کی میل ہے۔ اسے عبد اللہ بن ارقم سے سمجھو کہ ان سے جب کسی شخص نے صدقہ طلب کیا تو انھوں نے اس سے کہا: ”کیا تجھے پسند ہے کہ موٹا تازہ آدمی کسی گرم دن میں اپنے تہ بند کو نیچے سے دھوئے اور (وہ دھوون) تمہیں دے اور تم اسے پی جاؤ؟“ وہ آدمی غصے میں آ گیا اور کہا: ”اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، تم اس طرح کی بات کیوں کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا: ”صدقہ لوگوں کی میل ہے جسے وہ اپنے جسم سے دھو ڈالتے ہیں۔“

جب اللہ تعالیٰ نے کسی کو ضرورت کے مطابق روزی اور بدن کی صحت عطا فرمائی ہے تو اسے لوگوں سے مانگنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكْثِيرًا لَمَّا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِمْ أَوْ لَسْتَ حَيُّو (مسلم) ”جس نے زیادہ حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے مانگا تو اس نے انکارا مانگا، پس تھوڑے پر گزارا کر لے زیادہ کی طلب نہ کرے۔“ پس ایک سائل کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا وہ زیادہ مال اور دافر رزق چاہتا

ہے تو جان لے وہ کمائی بابرکت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ (احمد) ”جو شخص اپنے لیے سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔“ پس اس کے لیے لازم ہے کہ وہ غنا کی حقیقت کو سمجھے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے: أَلْفِئْسَى غِنَى النَّفْسِ ”غنا نفس کی غنا ہے۔“

ہمیں چاہیے کہ اس بات کی تاکید بھی کریں کہ قابل اعتراض دراصل غیر ضروری مانگنا اور سوال کرنا ہے۔ البتہ حقیقی ضرورت مند کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے سامنے حاجت کا پیش کرنا تاکہ وہ اس کی اعانت کرے، اور اس کا ہاتھ بٹائے تو یہ بھائی چارہ اور ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ ہے۔ یہ ہمارا فرض اور ایمان کا تقاضا ہے۔ اس سے قطعاً غفلت نہیں برتنی چاہیے۔



لغویات کا ارتکاب اور دل لگی

ماہ رمضان میں روزہ گزارنے کے لیے کوئی مشغلہ یا مصروفیت ایک معروف بات ہے جو دوڑ کے مقابلوں، میلوں، مختلف پروگراموں، بکثرت کھیلوں اور مختلف دلچسپیوں کی کثرت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مختلف مجالس اور محافل میں وقت صرف کیا جاتا ہے، جب کہ ان مشاغل سے رات متاثر ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ شب بھر بیدار رہ کر رات کو فجر کے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ اور نوجوان بلکہ خاندان کے خاندان طلوع آفتاب تک ساحل سمندر یا شاہراہ ساحل پر سیر و تفریح میں مصروف رہتے ہیں اور باقی دن عصر تک یا مغرب سے ذرا قبل تک سوئے رہتے ہیں۔ عرب ممالک میں یہ معمول ہے۔

رمضان کی راتوں کو بعض لوگ مختلف قسم کے لہو و لعب، دل لگی اور قصے کہانیوں میں صرف کر دیتے ہیں تاکہ روزے کی مشقت سے آرام، اور اس کی بے کیفی کی تکلیف سے راحت پائیں۔ یہ ان کے تصورات ہیں اور وہ اس طرح ہی سوچتے ہیں۔ اس کی کچھ علامات ہماری اجتماعی زندگی میں یوں ہیں:

روزانہ کی محفلیں

معمولاً عشاء یا تراویح کے بعد یہ شروع ہوتی ہیں اور سحری سے کچھ قبل تک یا اس سے بھی بعد تک جاری رہتی ہیں۔ ان میں تبا کو نوشی ہوتی ہے، مٹھ پیا جاتا ہے، ناش اور شطرنج کھیلی جاتی ہے، نیز گفتگوؤں کے دور چلتے ہیں جو کیفیت وغیرہ سے خالی نہیں ہوتیں۔

ان محفلوں میں فلمیں اور سلسلہ وار ڈرامے یا وہ پروگرام جن میں دلچسپ اور ہیجان انگیز پہلو ہوتے ہیں دیکھے جاتے ہیں یا جسمانی ورزش کے پروگرام یا مختلف قسم کے کھیل ہوتے ہیں۔ ایسا رمضان کی راتوں کے بہت بڑے حصے میں ہوتا ہے۔

سیر و تفریح کے مقامات اور سمندر کے ساحل پر ہر رات دیر دیر تک کے لیے آمد و رفت ہوتی ہے ان علاقوں، اور دوسرے راستوں میں کاریں پر دوڑتی رہتی ہیں۔

رمضان کے مبارک اور با برکت لمحات میں فرصت کے اوقات میں یا اس کی عظیم الشان راتوں میں فٹ بال، والی بال یا ٹینس وغیرہ اور جسمانی ورزش کے کھیل بڑے منظم انداز میں منعقد کیے جاتے ہیں جس سے ناتوانی اور نکلان ہوتی ہے اور بعض اوقات دنگا فساد بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اس طرح رمضان کے با برکت لمحات کو لغویات کی نذر کر دیا جاتا ہے۔

منفی اثرات

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملاقاتوں، سیر و تفریح، دل لگی اور قوت کے لیے جسمانی ورزش کے اجتماعات میں بنیادی طور پر کوئی حرمت نہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ممنوعات پر مشتمل اور ان سے مربوط نہ ہوں، اور نہ فرائض سے روگردانی ہو، جب کہ ایسا اکثر صورتوں میں نہیں ہوتا۔ اس کے بعض برے اثرات درج ذیل ہیں:

تضيح اوقات

ان میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ نقصان یقینی ہوتی ہے۔

تباہ کنوشی اور لغویات کا ارتکاب

یا شرمناک ممنوع مناظر پر نظر یا برے الفاظ کے ساتھ گفتگو جیسی بری عادات کا ارتکاب۔

بے خوابی

بے خوابی اور نکان کے باعث پیدا ہونے والی کیفیت طالب علم کی تعلیم کا معیار، ملازم کی کارکردگی اور عورت کی اپنے گھر میں مصروفیت، بچوں کی صحت اور ان کے طرز عمل کو متاثر کرتی ہے۔

رمضان کے روحانی اور ایمانی پہلوؤں پر منفی اثر ترقیاتی درس جیسے مشاغل میں عوام شرکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رمضان کا کوئی اثر واقع نہیں ہوا۔

طاعات اور نقلی عبادات کا ترک یا کمی

اس کا بنیادی سبب ماہ رمضان کے خزانوں اور اس کے تناسب سے فرصت میسر نہ آنا ہے۔

تدبر اور غور و فکر سے بے توجہی

روزے کی حکمت، اس کے فائدے، اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی رحمت، رمضان کے اثرات اور اس میں کامیابی اور اس کے اہتمام کے بارے میں غور و فکر سے بے توجہی کا سبب کھیل میں مشغول اور شور و غل میں غرق رہنا ہے۔ ایسا شخص اس طرح کی کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ یہ مشغلے فجر سے ذرا قبل تک جاری رہتے ہیں۔ پھر روزوں سے تھکے ہوئے افراد اپنے دل کی تنگی کا مداوا بازاری آمد و رفت میں کرتے ہیں۔ لغت کے مطابق بلا السہر کے معنی ”رات کی بے خوابی“ اور اَلسَّمْرُ سَمْرٌ ”رات کی گفتگو“ (لسان العرب) ہیں۔ بعض لوگ ان لغوی معنی کو کھل طور پر سچ کر دکھاتے ہیں اور ساری رات نہیں سوتے اور ان کی رات کا بڑا حصہ گفتگو اور باقی لہو و لعب میں گزرتا ہے۔

دن رات کی تخلیق میں اللہ کی حکمت کی مخالفت

اللہ جل جلالہ نے سچ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ النَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ﴾ (یونس ۱۰: ۲۷) ﴿وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو روشن بنایا۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (کھلے کانوں سے پیغمبر کی دعوت کو) سنتے ہیں۔“ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ ”اس نے رات کو نکان اور کمزوری کے زائل کرنے کے لیے بنایا ہے اور دن کو روشن اور چمکتا ہوا ہے بنایا تاکہ تم اپنی آنکھوں کے ساتھ اپنی حاجتوں کی طرف رہنمائی حاصل کرو۔“ (تفسیر رازی) رات لوگوں کے سکون اور راحت کے لیے ہے اور دن معیشت، بھاگ دوڑ، سفر اور اس کے فوائد کے لیے بنایا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)۔ آج کی سائنسی اور علمی بحثوں نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ رات اور اس کی تاریکی میں انسان کے سکون اور راحت کے ساتھ گہری مناسبت ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ دن اور روشنی کام کاج اور چلنے پھرنے کے لیے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کیوں کہ جلال و قدرت کے اس مالک نے ”انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے عصبی نظام کے مزاج کو شعاع سے متاثر اور مستعد بنایا، جب کہ تاریکی کو آرام دہ بنایا۔ انسان کام سے تھکا ماندہ اور مضحل، راحت کے لیے متلاشی اور سکون اور آرام کے ساتھ تلافی کا محتاج ہوتا ہے۔ (التحریر و التنویر)

رات کے سکون اور دن کی روشنی کی نعمت سے انکار

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان، نعمت، اور اپنے فضل و کرم کے ضمن میں فرمایا ہے۔ ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ أَمْ لَأَ تَسْمَعُونَ ۚ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِاللَّيْلِ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا

تَبْصُرُونَ ۝ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (القصص ۲۸: ۷۱-۷۳) ﴿ ”اے نبی ﷺ، ان سے کہو کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ان سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے اور اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں۔ یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو، شاید کے تم شکر گزار بنو۔“

آگے پیچھے آنے والے رات اور دن کی دونوں کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں انسان مکلف ہونے کی صورت میں اپنی ضروریات کے حصول کے لیے نکان میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اس کی تکمیل دن کی روشنی کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ اسی کی خاطر اجتماع منعقد ہوتے ہیں اور معاملات طے پاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا اہتمام نہیں ہو سکتا، جب کہ رات کا سکون اور اس کی راحت نہ ہو۔ لہذا دونوں ناگزیر ہیں۔ (تفسیر رازی)

اس نعمت کا شکر واجب ہے جو اس استعمال میں ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ پس رات چھین سکون اور راحت ہے، اور دن نشاط اور عمل اور ان میں قابل توجہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ انسانوں کو جو کچھ بھی ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتا ہے۔ ”وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۔“ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت اپنی رحمت سے تمہیں عطا فرمائی ہے اور دن اور رات کا آگے پیچھے آنا جانا تمہارے لیے مقرر فرمایا ہے، وہ اور زندگی کے تمام دیگر طریقے تم نے خود اختیار نہیں کیے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت، علم، اور اپنی حکمت کے ساتھ تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے۔ (فی ظلال القرآن)

اور عبادت کے اوقات میں یہ بے خوابی اس نعمت کے انکار اور اس منعم کے فضل کی

ناشکری کی مثال ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت

آپ ﷺ نے ”عشاء سے قبل نیند اور اس کے بعد گفتگو کو ناپسند فرمایا ہے۔“ (بخاری) یہ ایک پہلو سے خالق کی حکمت کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، اور دوسرے پہلو سے رات تہجد اور قیام کے لیے ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تفسیر بیان کی ہے، جو اس پر دلالت کرتی ہے۔ انھوں نے ایک باب قائم کیا ہے ”مَا يَكْرَهُ مِنَ السُّمْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ“ یعنی ”عشاء کے بعد رات کی گفتگو کی ممانعت کا باب۔“ اور ابن حجر نے کہا ہے: ”اس (نماز عشاء) کے بعد کی گفتگو نیند کو صبح تک لے جاتی ہے، یا اس کے مقرر وقت یا قیام اللیل سے ہٹاتی ہے۔“ امام بخاری نے اپنی دوسری تفسیر میں وضاحت کی ہے جس میں رات کی گفتگو کی اجازت ہے۔ بابُ السُّمْرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ یعنی ”عشاء کے بعد دین کی سمجھ اور نیکی کے بارے میں رات کی گفتگو کا باب۔“ ابن حجر نے ترمذی کی حضرت عمرؓ سے روایت کا ذکر کیا ہے کہ: ”نبی ﷺ مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے رات کو گفتگو فرمایا کرتے اور میں ان دونوں کے ساتھ ہوتا۔“

اے رمضان کی راتوں کو لہو و لعب میں گزارنے والو! کیوں کائنات کی سنت کی مخالفت کرتے ہو، کیوں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے روگردانی کرتے ہو؟ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے کیوں حریص نہیں بنتے ہو!

کلام آخر

اے میرے روزے دار بھائی!

خیر کے خواہش مند بنو، اور اس کے فوائد کو مد نظر رکھو اور معطل بنی بات کو یاد رکھو جب انہوں نے اسلاف کے بارے میں بیان کیا: ”وہ اللہ تعالیٰ سے چھ مہینے دعا کرتے رہتے کہ وہ انہیں رمضان نصیب کرے، پھر وہ مہینے بھر دعا کرتے رہتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے قبول فرمائے۔“ یحییٰ بن ابن کثیرؒ نے کہا ہے: ”ان کی دعا ہوا کرتی: اے اللہ مجھے رمضان تک سلامت رکھ، رمضان کو میرے لیے سلامتی والا بنا اور مجھ سے اس کو قبول فرمائے۔“ (لطائف المعارف) ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام ۶: ۹۰)﴾

”اے نبی ﷺ، وہ لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہیں کے راستے پر تم چلو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سبقت لے گئے۔ پس تم ان کے نشانات راہ اور ان کے طریقوں پر چلو۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا، اس کی نعمت کی قدر کی، اس کی عبادت میں سعی و جہد کی، اس کی طرف بلانے میں مصروف رہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اس سے عمر بھر باز رہے۔ ان کی دنیا کی زندگی ”مستقین کا روزوں کا مہینہ تھی، جس میں حرام خواہشات سے احتراز کرتے۔ جب انہیں موت آتی تو ان کا ماہ صیام ختم ہوتا اور ان کی عید فطر شروع ہوتی۔“ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

میں نے اپنی ساری عمر لذتوں سے روزہ رکھا اور تیری ملاقات کا دن ہی میرے

روزوں کی افطار تھی۔

میرے بھائی!

بلاشبہ امت مسلمہ آج کمزور ہے، اسے دنیا میں کوئی عزت حاصل نہیں، وہ تہذیب کے قافلے سے پیچھے رہ گئی ہے اور قیادت کا منصب کھو بیٹھی ہے۔ اگر تم امت کو بیداری، برکت اور حقیقی عظمت رفتہ میں دیکھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے کارواں میں شریک ہو، اس کے دین کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ اپنے کو ثابت قدم رکھو۔ اپنی محنت کو امت کی نصرت میں خرچ کر۔ یہ صرف توحید خالص، خشوع عبادت، قوانین و احکامات کے علم، انفاق فی سبیل اللہ، رسول ﷺ کی اتباع اور اس کے بندوں کے ساتھ تعاون سے ہی ہو سکتا ہے۔

اے دلکشو غنیمت سمجھنے اور طاعات کی طرف بہ سرعت جانے والو! تم ایک پیغام کے علم بردار ہو۔ مناسب نہیں کہ تم بے کار فارغ رہنے والے اور اللہ تعالیٰ سے دور لوگوں میں سے ہو، یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترک کرنے والوں میں سے ہو۔ تم تو وہ ہو جس سے ہم نے امید لگا رکھی ہے کہ تم غافلوں کو جگاؤ گے، نیند کے ماتوں کو متحرک کرو گے اور خطا کاروں کو نصیحت کرو گے۔ تمہارے ذمے تو دلوں کو زندہ کرنا، عقلموں کو روشن رکھنا، نفوس کا تزکیہ کرنا، لوگوں کے طرز عمل کی اصلاح کرنا اور صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔ رمضان تو تمہارے لیے تذکیر، نصیحت اور دعوت کا بہت بڑا موقع ہے۔ لہذا تم ہر غافل کو پکار کر کہو: ”اے وہ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں عمر ضائع کی، اے وہ کہ جس نے رمضان کے مہینے میں، بلکہ اپنی عمر اور اس کے گزارنے میں کوتاہی کی، اے وہ کہ جس کا عمل افراط و تفریط کا شکار ہے، اے وہ کہ جس نے قرآن اور ماہ رمضان کو اپنا دشمن بنا لیا ہے..... جس کو تم نے اپنا دشمن بنا لیا ہے اس سے شفاعت کی امید کیسے رکھتے ہو؟“

بتاہی ہے اس کے لیے جس نے اپنے دشمنوں کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور قیامت کے دن

صور تو پھونکا ہی جاتا ہے۔

لوگوں کو پوری دل سوزی کے ساتھ آواز دو:

کتنے ہی روزے دار ہیں جنہیں سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے جن کے حصے میں رت جگے کے سوا کچھ نہیں آتا۔ ہر وہ قیام جو فحاشی اور برائی سے نہیں روکتا، قیام کرنے والے کی اللہ تعالیٰ سے دوری ہی بڑھاتا ہے۔ وہ سب روزے..... جو جھوٹی بات اور اس پر عمل سے نہیں بچاتے..... روزے دار کو سوائے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کچھ نہیں دیتے۔

اے لوگو! کہاں ہیں وہ روزوں کے اثرات؟ کہاں ہیں وہ قیام کے انوار؟ (لطائف المعارف)

خبردار اے میرے بھائی! کہ تم رمضان میں غیر رمضان کی نسبت بدتر ہو جائیو، لایعنی گفتگو کی کثرت کرنے والے بن جاؤ اور کھانے اور نیند کو بڑھا لو۔
میں تمہیں خبردار کرتا ہوں اے بھائی!

رمضان میں تمہارا وہ حال نہ ہو کہ تمہارے اعمال خیر مہینے کے آخر پر ختم ہو جائیں اور گناہوں کا ترک یوم عید کے آغاز کے ساتھ لوٹ آئے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اس احق کی مانند ہو گئے جس نے مہینے بھر میں جو کچھ کمایا، ایک دن میں بریاد کر دیا۔ تم اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے اور عمر بھر کے لیے خسارے کا سودا کر بیٹھے!

رمضان کے تحائف رحمان کی عطا کا فیض ہیں۔ محروم ہے وہ جس نے ان کو حاصل نہ کیا جو شیطان کے وسوسوں سے بچا رہا وہی خوش بخت ہے۔

اے اللہ! تو ہمارے صیام، قیام اور جملہ اعمال کو قبول فرما، ہمیں ہمیشہ اپنے عبادت گزاروں میں سے بنا، ہر حال میں ہم تیرے ساتھ جڑنے والے ہو جائیں اور ہر حال میں تجھ ہی پر بھروسہ کریں۔

ساری تعریفوں کا سزاوار تو ہی ہے، اے رب کائنات!۔

روزمرہ زندگی میں

رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی دوسروں تک پہنچائیں

خُرْمُ مُرَادِ كَيْه ۲۱ رِسِ حَدِيث

ترکیے کے لئے بہترین تاثیر میں تیر بہ ہدف

شُرک سے پاک اللہ کے بندگے مُضَلَّ كَيْسے بہتر بنائیں دل کے زندگی
غلطیوں کو معاف کرنا توبہ کا دروازہ کھلا ہے فی کتابچہ ۸ روپے

فی کتابچہ ۶ روپے

حُجَّة دُنیا اللہ کی قدرت و عظمت حَسَد اور بُغْض

رِزْقِ حَلَال قرآن کے عجائب نیت اور عمل

شُکر اور صَبْر نیک اور بدی دُنیا کے نازک کلمے حقیقت سے

اِمَانتِ دَارِی وعید کی پابندی حَقِیْقَتِ زُهْد

کھسے کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ حَسْبُ اور قُرْبَانِی دین آسان ہے

۱۳۵ روپے

۴ روپے

مکمل سیٹ

منشورات

منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ فون: 3543 4909 فیکس: 042-3543 4907

manshurat@hotmail.com

ان کتب کا مطالعہ بھی آپ کے لیے مفید ہوگا۔

❖ رب کا پیام ❖ قرآن کا راستہ ❖ کلام نبوی ﷺ کی محبت میں ❖ چھل احادیث: باہمی حقوق کے بارے میں ❖ روزہ اور رمضان ❖ قیام اللیل ❖ محاسبہ نفس ❖ تقویٰ کی زندگی ❖ کامیابی کی زندگی ❖ قرب الہی کے چند آسان عملی طریقے ❖ رمضان کیسے گزاریں؟ ❖ رمضان المبارک: مستقبل کے لیے روشنی ❖ تصاویر قرآنی ❖ نالہ نیم شب ❖ یومیہ اذکار ❖ چالیس احادیث ❖ عروج کا راستہ ❖ ذکر الہی ❖ قرآن کا اجتماعی مطالعہ ❖ چند تصویریں سیرت ﷺ کے اہم سے ❖ رمضان: نیکیوں کا موسم بہار مبارک ہو ❖ اللہ ہی کے ہو کر رہو! ❖ خدمت انسان بندگی رب ❖ زندگی کا حسن: اللہ سے محبت ❖ اجتماعی تقویٰ ❖ خدمت خلق ❖ تربیت کی پہلی منزل ❖ عہد وفا و وفائے عہد ❖ قرآن کا پیغام ❖ دعوت کے نشان راہ ❖ شب قدر کی عظمت ❖ دور فتن میں راہ عمل ❖ اپنی تربیت کیسے کریں؟ ❖ تلاوت قرآن کے آداب ❖ اخلاق حسنہ ❖ سورۃ الفاتحہ کے درس ❖ دُعا: جنت کی کنجی ❖ رب سے ملاقات ❖ کلید البقرہ ❖ جنت کا سفر ❖ دنیا کی زندگی کی حقیقت ❖ غلطیوں کو معاف کرنا ❖ توبہ کا دروازہ کھلا ہے ❖ حج اور قربانی ❖ اللہ کی قدرت و عظمت ❖ شرک سے پاک اللہ کی بندگی ❖ عدل و انصاف کا قیام ❖ نیکی اور بدی ❖ حسد اور بغض ❖ وعدے کی پابندی ❖ شکر اور صبر ❖ نیت اور عمل ❖ حقیقت زُہد ❖ رزق حلال ❖ امانت داری ❖ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا نا ❖ حُب دُنیا ❖ نماز کیسے بہتر کریں؟ ❖ قرآن کے عجائب ❖ دل کی زندگی: اعمال کا مدار ❖ دین آسان ہے! ❖ آخری سورتوں کے درس ❖ صبر: ایک جامع تصور ❖ احسان کا صحیح اسلامی تصور ❖ رخصت و عزیمت ❖ زندگی کی ترجیحات ❖ قرآن حکیم: مقصد پیغام اور تقاضے ❖ ایک کتاب انقلاب: تفہیم القرآن ❖ درود اُن ﷺ پر سلام اُن ﷺ پر ❖ کلمہ عطیہ کا پیغام ❖ اسلوب دعوت ❖ خطبات رسول ﷺ ❖ رسول اللہ ﷺ کی وصیتیں ❖ احادیث قدسیہ ❖ محمد ﷺ ❖ اپنی نماز درست کریں ❖ آداب رمضان ❖ رب کے در پر اہل تقویٰ کے اوصاف ❖ آیات حجاب وستر ❖ خواتین اور رمضان ❖ عشرہ اعتکاف اور شب قدر ❖ دو روزے ❖ دو روزے کے ۶ آداب ❖ روزہ اور قرآن ❖ کلام نبوی ﷺ کی کریمیں ❖ انفاق فی سبیل اللہ ❖ شب بیداری ❖ رمضان میں کیا کریں؟ ❖ تربیت و تزکیہ ❖ اللہ کا ذکر ❖ اللہ کا ذکر: روح کی زندگی ❖ فجر کے خزانے ❖ اے نیکی کے طلب گار! آگے بڑھ ❖ انسانی رویے ❖ صلوة حاجہ ❖ دعائے قنوت نازلہ ❖ رسول اللہ ﷺ کا معیار زندگی ❖ روح نماز ❖ استغفار کو اپنا معمول بنائیے ❖ رمضان کے چاند سے عید کے چاند تک ❖ رمضان: نیکی کا موسم ❖ رمضان کے پرہیز ❖ قرآن پر عمل ❖ ۴۰ مختصر مسنون دُعا ئیں ❖ آیت الکرسی کا مطالعہ ❖ مساجد میں صف بندی ❖ قرآن کی دعوت انقلاب ❖ رمضان کے انعامات ❖ رمضان المبارک کے شب وروز